

۴۔ شرح : تیری تصویر میں وہ شوخی ہے کہ جب تُو نے اس پر شیشہ لگانا چاہا تو اس شیشے نے انتہائی ذوق و شوق سے پھول کی طرح آغوش کھول دی کہ آجا۔

اگر تمثال سے عکس مراد لیں اور آئینے سے آئینہ دیدنی تو معنی میں کوئی فرق نہیں پڑتا۔ کہا جائے گا کہ تیرے عکس کے لیے آئینہ پھول کی طرح بہ صد ذوق آغوش کھول دیتا ہے۔

۵۔ شرح : خواجہ حالی مرزاتے ہیں :

”میں نے خود اس کے معنی مرزا سے پوچھتے تھے۔ فرمایا اے کی جگہ جُز پڑھو، معنی خود بخود سمجھ میں آجائیں گے۔ شعر کا مطلب یہ ہے کہ قمری جو ایک کفِ خاکستر سے زیادہ اور بیل جو ایک قفسِ عنبری سے زیادہ نہیں، ان کے جگر سوختہ یعنی عاشق ہونے کا ثبوت صرف ان کے چمکنے اور بولنے سے ہوتا ہے۔“

”یہاں جن معنی میں مرزا نے ”اے“ کا لفظ استعمال کیا ہے“ ظاہر ہے، یہ انھیں کا اختراع ہے۔ ایک شخص نے یہ معنی سن کر کہا کہ اگر وہ ”اے“ کی جگہ ”جُز“ رکھ دیتے یا دوسرا مصرع اس طرح کہتے:

اے نالہ! نشاں تیرے سوا عشق کا کیا ہے

اس شخص کا یہ کہنا بالکل صحیح ہے، مگر مرزا معمولی اسلوبوں سے تا بہ مقدور بچتے تھے اور شارحِ عام پر نہیں چلتا چاہتے رہتے۔“

علامہ اقبال نے بھی فلکِ مشتری میں مرزا غالب سے ملاقات کی تھی اور دوسرے امور کے علاوہ اس شعر کے معنی بھی مرزا سے پوچھے تھے کہا (حقیقت میں یہ حضرت علامہ اقبال کی تشریح ہے، جسے غالب کی زبان سے پیش کیا گیا یہاں اقبال کے شعروں کا ترجمہ دیا جا رہا ہے، جسے اصل دیکھنا ہو وہ ”جاوید نامہ“